نغمہ جبرئیل آشوب: ایک استفسار

محمد سہیل عمر*

ایک استفسار کے ضمن میں شعرِ اقبال کی متعدد شروح دیکھنے کا اتفاق ہوا۔استفسار کرنے والے اور خود مجھے ان معانی پر اطمینان نہیں ہو سکا جو شارحین نے مقطع کی شرح کرتے ہوئے بیان کیے تھے۔ذیل میں اس شعر کے بارے میں مزید کچھ نکات درج کیے جا رہے ہیں۔توقع کی جاتی ہے کہ شاید ان نکات سے اُن مفاہیم کی طرف رہنمائی ہو سکے جو غزل کے سلسلۂ معانی کا مسک الختام ترتیب دیتے ہیں۔

بالِ جبریل کی ایک غزل کا مقطع ہے:

مرے گلو میں ہے اک نغمہ،جبرئیل آشوب
سنبھال کر جسے رکھا ہے لامکاں کے لیے[۱]

اس شعر میں ''نغمہ، جبرئیل آشوب'' سے کیا مراد ہے؟اس پر غور کرنے کے لیے غزل کے اشعارِ ماقبل پر نظر ڈالنا ضروری ہے کیوں کہ علامہ اقبال کی اکثر غزلوں کی طرح اس غزل میں بھی ایک معنوی تسلسل ہے اور ایک ہی مبحث کے مختلف پہلو مضامینِ غزل کی پرتوں سے ترتیب وار نمو کرتے ہیں اور اس کا سلسلۂ معانی اپنے اتمام و تکمیل کو پہنچتا ہے۔شارحین نے اس کے بارے میں مختلف آراء کا اظہار کیا ہے اور اپنی توضیحات کو بالعموم،''غالباً''،''شاید''،''ممکن ہے'' کے احتیاطی پردوں کی اوٹ میں ہو کر بیان کیا ہے۔سب سے صاف اور دوٹوک بات خواجہ محمد زکریا صاحب نے فرمائی ہے:

''میرے گلے میں ایک نہایت پرسوز نغمہ پنہاں ہے۔اس میں ایسا سوز ہے جو جبرئیل کو بھی تڑپا دے۔اس سے مراد غالباً یہ کہ فرشتے خدا کے حکم سے سرتابی نہیں کرتے اور ان میں انسانوں کی طرح جذبات پیدا نہیں ہوتے۔وہ نغمہ کتنا پرسوز ہوگا جو جبرئیل کو بھی تڑپا دے!کسی دن میں اس نغمے کو خدا کے حضور لامکاں میں سناؤں گا۔شاید خدا کو یہ نغمہ سن کر گناہ گار بندوں پر رحم آجائے[۲]۔

شارحین نے اس شعر کی وضاحت اپنے انداز میں کی ہے لیکن کوئی شرح بھی تسلی بخش نہیں ہے۔دراصل یہ شعر بہت مبہم ہے اور اس میں یہ وضاحت موجود نہیں کہ نغمہ لامکاں کے لیے کیوں سنبھال کر رکھا گیا ہے؟یہی اس شعر کی دقت ہے۔

* سابق ڈائریکٹر،اقبال اکادمی پاکستان،لاہور،مقیم لاہور

یہ نغمہ کس وجہ سے دنیا میں نہیں سنایا جا سکتا؟ کیا دنیا کے لوگوں کا ذوق سماعت اس نغمے کی تاب نہیں لا سکتا؟ اگر ایسا ہے تو کیوں اس کا جواب ہر شارح اپنی فہم کے مطابق ہی دے سکتا ہے کیوں کہ شعر میں بظاہر اس کی تفہیم کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ بعض شارحین کے نزدیک یہ نغمہ عشق کا ہے جو آزادی سے دنیا میں نہیں سنایا جا سکتا۔ اس کے لیے لامکاں کے ماحول کی ضرورت ہے''۔

مکرمی خواجہ صاحب نے اس نغمے کی خاصیت کی طرف ''سوز'' کے لفظ سے اشارہ فرمایا ہے۔ کلام اقبال کے قارئین اس امر سے آگاہ ہیں کہ ''سوز'' اور ''ساز'' اقبال کے سکہ بند اصطلاحی الفاظ ہیں سو اس اشارے سے قاری کی رہنمائی اس کی اہم خصوصیت کی جانب ہو جاتی ہے لیکن خواجہ صاحب نے دوسرے اَدَق نکتے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ ''نغمہ لامکاں کے لیے کیوں سنبھال کر رکھا گیا ہے؟''۔ ''بعض شارحین'' سے ان کا اشارہ یوسف سلیم چشتی صاحب کی طرف ہے۔ چشتی صاحب نے اس شعر کی درج ذیل شرح کی ہے [۳]:

> میرے سینے میں ایک نغمہ ایسا بھی پوشیدہ ہے کہ جبرئیل بھی اسے سن کر بے چین ہو جائے۔ لیکن میں نے اسے لامکاں کے لیے محفوظ رکھا ہے۔ یعنی اسے اُس وقت سناؤں گا جب حضرت عشق کی بدولت قیدِ زمان و مکان سے آزاد ہو جاؤں گا۔ بالفاظ دگر رموزِ عاشقی دنیا والوں پر ظاہر نہیں کیے جا سکتے کیوں کہ وہ اُن کو سمجھ نہیں سکتے۔

گویا یہ ''نغمہ، جبرئیل آشوب'' رموزِ عاشقی کا مصداق بن جاتا ہے۔ جناب عبدالرشید فاضل صاحب نے شرح کو ایک اور ہی سمت دے دی ہے۔ فرماتے ہیں [۴]:

''خدا نے مجھ کو ایسا نغمہ بھی دیا ہے جس کو اگر جبریل سن لیں تو وہ بھی پھڑک جائیں۔ مگر وہ نغمہ اس عالم مادی کے لائق نہیں ہے۔ اس دنیا کے رہنے والے اُس کی قدر نہیں کر سکتے۔ نغمہ پاکیزہ ہے اور بلند و ارفع۔ اس لیے میں نے اس کو عالم لامکاں کے لیے سنبھال کر رکھ چھوڑا ہے کہ اس کی قدر اُسی عالم میں ہو سکتی ہے۔ (یعنی جب دنیا سے جاؤں گا تو اپنے ساتھ لے جاؤں گا)۔

طنزیہ انداز میں مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بلند اور پاکیزہ افکار کی، ایسے بلند و پاکیزہ کہ جبریل سنیں تو وہ بھی پھڑک جائیں۔ یہاں کوئی قدر نہیں ہے تو میں نے اس کو عالم بالا کے لیے اٹھا رکھا ہے کہ شاید وہاں قدر ہو جائے کہ وہ مقام بلند بھی ہے اور پاکیزہ بھی۔ (حالاں کہ فیضی نے ایک دفعہ جل کر یہ کہا تھا کہ سخن فہمی عالم بالا معلوم شد!) اس سے یہ مفہوم بھی مستفاد ہو سکتا ہے کہ اقبال اپنی قوم سے اس قدر مایوس ہے کہ عالم بالا سے سخن فہمی کی توقع کرنے پر مجبور ہو گیا ہے یا یہ کہنا چاہتا ہے کہ یہاں اس کی قدر نہیں ہے۔ اس لیے دنیا سے اس کو اپنے ساتھ ہی لے جاؤں گا''۔

اس تعبیر کے مطابق آگے بڑھیے تو شرح کلام اقبال کیا شاید کلامِ اقبال پر غور کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے! جناب الف۔ د۔ نسیم صاحب نے قدرے مختلف بات کہی ہے [۵]:

''میری نظر میں ایک ایسا نغمہ (راگ یا کلام) بھی ہے جسے سن کر اللہ کا مقرب ترین فرشتہ جبریل بھی پریشان ہو

جائے۔لیکن میں نے اس کلام کو احتیاط سے رکھا ہوا ہے۔اس وقت کے لیے جب زمان و مکان کی تسخیر کر کے یا موت کے بعد اس جہاں میں پہنچ جاؤں گا جہاں اطراف نہیں ہیں جہاں زمان و مکاں کا کوئی تصور نہیں ہے جسے لوگ خدا کا جہاں ،صوفیا عالم لاہوت اور اہلِ دین عالمِ آخرت کہتے ہیں۔وہ نغمہ کیا ہوسکتا ہے جس کو سن کر جبرئیل کو بھی پریشانی ہوسکتی ہے۔وہ نغمہ عشق کا نغمہ ہی ہوسکتا ہے جس سے جبرئیل سمیت سارے فرشتے نا آشنا ہیں''۔

شروح اور بھی ہیں مگر ان میں کوئی قابلِ اعتنا نکتہ نہیں ہے اور مشکلاتِ شعرِ اقبال کے حل میں ان سے کوئی رہنمائی میسر نہیں آتی۔سوال باقی رہتا ہے کہ اس شعر میں ''نغمہ ،جبرئیل آشوب'' سے کیا مراد ہے؟'' آخری شعر سے پہلے کے اشعار میں غزل کا ایک پس منظر ہے اور یہ ایک ہی مضمون سے متعلق ہے۔ان سب اشعار میں سیاق و سباق ،گفتگو،مضمون انسان سے خطاب کی شکل میں ہے۔اس خطاب کا موضوع ہے انسان کی حقیقت اور تمام مخلوقات میں اس کی امتیازی حیثیت اور اس ذمہ داری کا بیان جو اس حیثیت سے جڑی ہوئی ہے۔یعنی غایتِ انسانی اور اس کے مقصودِ اصلی کا بیان!

آخری شعر تک انسان سے خطاب مکمل ہو چکا ہے۔اشعارِ ماقبل میں خدا کی بات تھی ،پیغامِ خداوندی جو جبرئیل لائے تھے۔اب خدا کی بات موقوف ہوتی ہے اور خدا سے بات شروع ہوتی ہے۔خدا سے ایک بات کہنا ہے جو یہاں ،عالمِ زمان و مکاں میں نہیں کہی جاسکتی کہ وہ اپنی شدت اور گہرائی میں ایسی ہے کہ جبرئیل بھی نہیں سہار سکتے۔جبرئیل خدا کی بات کے امین تھے مگر یہ جو انسان کی بات ہے، جو میں نے سنبھال رکھی ہے وہ اس کے امین نہیں۔جبرئیل مکان کے لیے پیامِ خداوندی لائے ،میرے پاس جو بات ہے وہ صرف لامکاں ہی میں ،یعنی مرتبہ ذاتِ الٰہی میں ،حضورِ خداوندی میں ہی کہی جاسکتی ہے۔واضح رہے کہ جنّت لامکاں نہیں ہے۔حضورِ خداوندی جنت سے اوپر اور بلند تر ہے۔جیسا کہ آیت قرآنی: ''و رضوان من اللہ اکبر'' سے اشارہ ملتا ہے۔اس بات کو نغمہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔مراد ہے نغمۂ وصال ،حضورِ ذات میں نغمۂ وصال ،شکرِ وصال ،ایک نشاطیہ بات اور کیفیت۔اہلِ جنت کے لیے رضوان کا جو وعدہ ہے اور جو جنت سے بڑا ہے وہ رضوان بلا حضورِ حق نہیں ہوسکتا۔رضوان ہوگا تو حضورِ ذاتِ حق کی شدت بھی ہوگی۔حضورِ ذات سے پیدا ہونے والے احوال کو میں نے ابھی سے بھانپ لیا ہے ،حضورِ حق میں کہی جانے والی بات میرے اندر پوری ہو چکی۔ہر وقت اللہ کو حاضر جاننا ،اس کے حضور میں رہنا میرے اندر قائم ہو چکا ،اب زندگی اسی حضورِ دائم میں گزاروں گا۔مگر اس کے کہنے کے لیے مکانیت کے ختم ہونے ،زمانیت کے ختم ہونے کا انتظار کرنا ہوگا جب میں واقعتاً غیاب سے حضور میں پہنچ جاؤں گا۔اس وقت مجھے حالی استحضار تو ہے یعنی میرے اندر کا حال ،کیفیتِ نفس ،قلب کی کیفیت اُس کیفیتِ حضورِ خداوندی سے آشنا ہے اس کا ذائقہ چکھ چکا ہے مگر اُس عالم میں حضورِ محض کی اصلی کیفیت حاصل ہوگی ،کیفیتِ اصلی کا استحضار ہوگا اور پھر یہ حال اور قلبی کیفیت ،واقعہ بن جائے گی۔تب میں وہ جبرئیل آشوب نغمہ حضورِ خداوندی میں عرض کروں گا۔یہاں کسے اور کیسے بتایا جاسکتا ہے؟ اس لیے میں نے اسے دیدارِ دوست کے لمحے کے لیے سنبھال کر رکھ چھوڑا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ نہ تُو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے، تُو نہیں جہاں کے لیے
یہ عقل و دِل ہیں شرر شعلہ محبت کے
وہ خار وخس کے لیے ہے، یہ نیستاں کے لیے
مقامِ پرورشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیرِ گُل کے لیے ہے نہ آشیاں کے لیے
رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک
ترا سفینہ کہ ہے بحرِ بے کراں کے لیے!
نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لیے
نِگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے
ذرا سی بات تھی، اندیشہ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیبِ داستاں کے لیے
مِرے گلو میں ہے اک نغمہ، جبرئیل آشوب
سنبھال کر جسے رکھّا ہے لامکاں کے لیے

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، تفہیم بال جبریل، بال جبریل (اقبال) کی شرح، بزم اقبال، کلب روڈ، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص، ۱۳۶۔

۳۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی، شرح بال جبریل، مکتبہ تعمیر انسانیت، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۰ء، ص، ۲۹۱۔

۴۔ سید محمد عبدالرشید فاضل، شرح بال جبریل، ادارہ تنویرات علم وادب، ۱۹۷۰، کراچی، ص، ۱۶۰۔

۵۔ ڈاکٹر الف۔د۔نسیم، بال جبریل، مطالب وشرح، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، جلال الدین بلڈنگ، چوک اردو بازار، ۲۰۰۲ء، ص، ۱۴۸۔۱۴۷ قرآن، سورۃ، ۹:۷۲

Abstract

This article aims to comment on one of the couplets of Bale Jibreel by Allama Iqbal. To find what the poet meant by ...Naghma, Jibreel Ashob in the last couplet of one of his Ghazals of the aforesaid work, the writer of the article consulted many commentaries for the couplet but in vain.Praising the clarity of DrKhwajaZikria Muhammad, one of the commentators of Iqbal's work, the article discusses three other commentaries and briefed their viewpoints. The article shared some of the even known commentators of Iqbal's work are found uncertain in this regard. One of the important aspects of the article is that the writer of the article himself attempts to resolve by mentioning the way the Ghazals reaches its zenith, unfolding the meaning of the last couplet of the Ghazal.

Keywords: Allama Iqbal, Bale Jibreel, Naghma, Jibreel-e Ashob, Commentaries of Iqbal's work